تذکیر و موعظت

مولانا عمر فاروق سعیدی ☆

عزت تو اللہ، اسکے رسول ﷺ اور اہل ایمان کی ہے!

آج ہر طرف بے دینی اور مادہ پرستی کا دور دورہ ہے، اسلام کی تعلیم حاصل کرنے والے تو کجا، اس پر عمل کرنے والوں کو بھی 'کٹھ ملا' کہہ کر کھلے عام پھبتی کسی جاتی ہے۔ انہیں بزعم خود 'طالبان' باور کیا جاتا اور دہشت گردی کے محرک نہ سہی تو ان کے مؤید ضرور شمار کیا جاتا ہے۔ یہ ریت کوئی نئی نہیں بلکہ ہر دور میں اہل ایمان سمیت انبیا و رسل کو بھی ایسی ایذا رسانیوں کا سامنا رہا ہے۔ خلوصِ دل سے دین پر عمل پیرا ہونے والوں کے لئے اس حوالے سے قرآنِ کریم کی تعلیمات تقویت اور طمانیت کا باعث ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے......

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا﴾ (الاحزاب:۶۹)

"اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت بنو جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف دی، تو اللہ نے انہیں ان کی اس بات سے جو انہوں نے کہی، بری فرما دیا، اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے ہی باوقار اور باعزت تھے۔"①

اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء و رسل بے انتہا عظیم الشان عزوشرف کے حامل ہیں، ان کا آپس میں تفاضل (مقابلہ وفضیلت) ایک الگ ضمنی مسئلہ ہے۔ ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ......﴾ (البقرہ:۲:۲۵۳) ان کا یہ اعزاز و اکرام محض اس وجہ سے نہیں رہا وہ کسی اونچی قوم برادری کے فرد ہوتے تھے، یا بڑے بڑے خزائن و دفائن کے مالک تھے، یا ان کا رنگ و روپ خاص قسم کا جاذبِ قلب و نظر ہوتا تھا، یا کسی سیاسی و سماجی رُعب و داب کی وجہ سے انہیں اللہ

☆ شیخ الحدیث، مرأۃ القرآن للبنات، منڈی وار برٹن، ننکانہ صاحب

① 'وجیہ' کے یہ معنی بیان ہوئے ہیں: سردار، بڑی عزت، وقار اور مرتبے والے۔ اللہ کے ہاں قربت والے، مقبول اور مستجاب الدعاء۔ لوگوں کو ہاں یا اللہ کے ہاں پسندیدہ، محبوب، مقبول، آبرو اور رعب والا شخص، جسکے متعلق لوگوں کو کچھ اعتراض ہو بھی تو اس کے منہ پر کچھ نہ کہہ سکیں اور اِدھر اُدھر باتیں کرتے پھریں۔

کے ہاں وجاہت حاصل تھی۔ بلا شبہ انہیں یہ فضائل ایک حد تک حاصل رہے ہیں۔ مگر ان کی حقیقی قدر و منزلت محض ایمان و عمل اور تقویٰ کے ساتھ اس منصب کی وجہ سے تھی جس کا انہیں ذمہ دار بنایا گیا تھا۔

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾

''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا ہے کہ (لوگو!) عبادت صرف ایک اللہ کی کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچے رہو۔'' (النحل:۳۶)

چنانچہ ان قدوسی حضرات نے اپنی زندگی کے ہر ہر مرحلے پر اپنے ذاتی ذوق وشوق یا قوم برادری کے رسم و ریت کے مقابلے میں ہمیشہ اللہ عزوجل کے قانون و شریعت پر عمل کیا اور اسی کی برملا دعوت دی۔ علیہم الصلاۃ والسلام

اس ذمہ داری میں انہیں قوم برادری کی طرف سے بے انتہا اذیتوں اور مشکلات کا سامنا رہا ہے۔ مگر انہوں نے صبر و ثبات اور استقامت کا وہ مظاہرہ فرمایا کہ آخر الامر مخالفین کو بری طرح ناکام ہونا پڑا اور پھر ان کے لگائے الزامات کا دفعیہ بڑے بڑے عجیب انداز میں کیا گیا اور ان کی تاریخ کو رہتی دنیا تک کے لیے بطورِ حجت محفوظ فرما دیا گیا ہے۔

مذکورۃ الصدر آیت کریمہ میں یہ مضمون بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کا شانِ نزول اور اس سے متعلق واقعہ کتب تفاسیر و احادیث میں لائق مطالعہ ہے۔ ②

اس بارے میں قرآن کریم اور تاریخ اسلام سے مزید چند واقعات قابل غور ہیں، مثلاً:

② صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء (حدیث:۳۴۰۴) میں آیا ہے۔ سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا کہ ''سیدنا موسیٰ علیہ السلام بڑے ہی حیادار اور پردے کا اہتمام کرنے والے تھے۔ حیا کی وجہ سے ان کی جلد کسی نے نہ دیکھی تھی جب کہ قوم بنی اسرائیل بڑی بے باکی سے عریاں ہو کر نہاتے اور ایک دوسرے کو دیکھتے بھی تھے۔ وہ آنجناب کے حیا و پردہ داری کے عمل پر کہنے لگے کہ یہ جو اس طرح چھپتے ہیں ہو نہ ہو اس کے جسم پر یا تو برص ہے یا انہیں ورم خصیہ کا عارضہ ہے یا کوئی اور بیماری ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ انہیں اس الزام سے بری فرمائے۔ ایک دن آپ کسی جگہ غسل کے لیے علیحدہ ہوئے اور اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھ دیئے اور غسل کرنے لگے۔ فارغ ہوئے اور کپڑے لینے لگے تو وہ پتھر دوڑ پڑا۔ آپ نے اپنا عصا لیا اور اس کے پیچھے ہو لیے اور کہتے جاتے تھے: ثوبی حُجر! ثوبی حُجر! (ارے میاں پتھر! میرے کپڑے، میرے کپڑے) حتی کہ وہ بنو اسرائیل =

① سیدنا یوسف علیہ السلام کا قصہ اکثر لوگ جانتے ہیں۔ آپ کے بھائیوں نے ابتدا میں آپ کے ساتھ جو سلوک کیا معلوم و معروف ہے۔ سو ایک وقت آیا کہ ان برادران کو اپنے کئے پر بڑی شرمندگی اُٹھانا پڑی اور اپنی زبان سے اقرار و اعتراف کرنا پڑا کہ

﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخَاطِئِيْنَ﴾ (یوسف:۹۱)

''اللہ کی قسم! اللہ نے آپ کو ہم پر برتری دی ہے اور یقیناً ہم خطا کار تھے۔''

﴿قَالُوْا يَا اَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اِنَّا كُنَّا خَاطِئِيْنَ﴾ (یوسف:۹۷)

''ابا جان، ہمارے لیے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے، بیشک ہم قصوروار ہیں۔''

﴿وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا﴾ (یوسف:۱۰۰)

''انہوں نے اپنے ماں باپ کو اپنے تخت پر اونچا بٹھایا اور پھر وہ سب اس کے سامنے سجدہ ریز ہوگئے۔''

② سیدنا رسول اللہ ﷺ کو بھی اپنی قوم کی طرف سے بدترین اذیتوں اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ مگر وہی زبانیں جو آپ کے خلاف طعن و تشنیع میں دراز ہوتی رہی تھیں۔ ایک وقت کے بعد اپنی بھول اور خطا کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگئیں۔ مثلاً ابوسفیان اور ان کی بیوی ہند بنت عتبہ اسلام سے قبل رسول اللہ ﷺ کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھے۔ مگر اللہ کی تقدیر اور اس کے فیصلے بڑے عجیب ہیں کہ یہی گھرانہ فتح مکہ کے موقع پر

= کی ایک مجلس تک جا پہنچا تو انہوں نے آپ کو بے لباس دیکھ لیا کہ آپ تو انتہائی حسین و جمیل اور ہر قسم کی بیماری وغیرہ سے پاک صاف تھے۔ آپ نے اپنے کپڑے زیب تن فرمائے اور اس پتھر کو اپنے عصا سے مارنے پیٹنے لگے...... اللہ کی قسم! پتھر پر آپ کی مار سے تین، چار یا پانچ نشان پڑ گئے۔ آیت کریمہ کا پس منظر یہی واقعہ ہے کہ اللہ نے اپنے پیغمبر پر لگائے گئے الزام کا دفیعہ فرمایا۔

ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کوہِ طور پر گئے اور جناب ہارون کی وفات ہوگئی تو ان لوگوں نے اس کا الزام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر لگا دیا کہ تم ہی نے اسے قتل کیا ہے جبکہ وہ ہمارے لیے تمہاری نسبت بڑے نرم خو اور بڑی محبت کرنے والے تھے۔ اس طرح وہ آپ کو اذیت دینے لگے تو اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا اور وہ ان کی نعش کو اٹھا لائے...... اس طرح انہوں نے دیکھ لیا کہ وہ طبعی موت ہی مرے ہیں انہیں قتل نہیں کیا گیا۔ مگر یہ قصہ سنداً ضعیف ہے۔

(فتح الباری: ۶/۴۳۸)

قبولِ اسلام سے مشرف ہوگیا اور اس خاتون نے برملا اعتراف کیا:

" يا رسول الله! ما كان على ظهر الأرض أهل خباء أحب إلىّ أن يذلّوا من أهل خباء ك ثم ما أصبح اليوم على ظهر الأرض أهل خباء أحب إليّ أن يعزوا من أهل خباء ك) (صحیح بخاری:۳۸۲۵)

''اے اللہ کے رسول ﷺ! ساری زمین پر جتنے بھی ڈیرے اور خیموں والے ہیں ان میں سے کسی کا ذلیل وخوار ہونا مجھے اتنا پسند نہیں تھا جتنا کہ آپ کا اور آج برسرزمین کوئی ڈیرے اور خیمے والے ایسے نہیں کہ ان کا عزت و آبرو والا ہونا آپ سے بڑھ کر مجھے محبوب ہو۔''

اور یہ تفسیر تھی مذکورہ بالا آیت کریمہ کی کہ: ﴿فَبَرَّاَهُ اللهُ مِمَّا قَالُوْا...﴾ ''اللہ نے اپنے نبی کو ان لوگوں کی کہی باتوں سے بری قرار دیا۔''

③ اس سے واضح تر بیان جناب ثمامہ بن اثال ؓ کا ہے۔ یہ علاقہ یمامہ کے رئیس تھے اور اسلام ومسلمان کے بڑے دشمنوں میں سے تھے۔ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوگئے اور پھر انہیں مدینہ منورہ لاکر مسجد میں ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ اس دوران رسول اللہ ﷺ موقعہ بہ موقعہ ان سے مزاج پرسی کرتے رہے، مگر ان کی تلخی اپنی انتہا پر تھی، یہ جواب دیتے تھے کہ

"إن تقتُلْني تقتُلْ ذا دمٍ وإن تُنعم تُنعم علىٰ شاكر وإن كنتَ تريدُ المال فسل منه ما شئت" (صحیح بخاری:۴۳۷۲)

''اگر مجھے قتل کروگے تو ایک خون والے کو قتل کروگے (یعنی میری قوم پورا پورا قصاص لے گی) اگر احسان کروگے تو ایک شکرگزار پر احسان کروگے (یعنی احسان مند رہوں گا) اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو کہیے...... جو چاہتے ہیں دے دیا جائے گا۔''

مگر تیسرے دن رسول اللہ ﷺ نے ان پر احسان کرتے ہوئے انہیں آزاد کردیا تو انہوں نے قریب کے باغ میں جاکر غسل کیا اور پھر مسجد میں لوٹ آئے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر حلقۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔

اس موقع پر جو کچھ انہوں نے کہا وہ ایک آزاد، مخلص اور صاف دل انسان کا بیان تھا اور اللہ عزوجل کے اسی عہد کا اِظہار تھا کہ وہ اپنے انبیا کو لوگوں کے طعن و تشنیع اور اِلزامات سے

بڑے عجیب اَسالیب سے بری کرتا ہے۔ انہوں نے کہا:

"يا محمد! والله ما كان على الارض وجه أبغض إلىّ من وجهك فقد أصبح اليوم وجهك أحب الوجوه كلّها إلىّ.

والله ما كان من دين أبغض إليّ من دينك فأصبح دينك أحبّ الدين كله إليّ.

والله ما كان من بلد أبغض إليّ من بلدك فأصبح بلدك أحب البلاد كلّها إليّ."

(صحیح مسلم:۱۷۶۴)

''اے محمد (ﷺ) اللہ کی قسم! اس روئے زمین پر میرے لیے آپ کے چہرے سے بڑھ کر اور کوئی چہرہ مبغوض و ناپسندیدہ نہ تھا۔ مگر اب آپ کا چہرہ میرے لیے سب چیزوں سے بڑھ کر محبوب ہوگیا ہے۔

اللہ کی قسم! آپ کے دین سے بڑھ کر میرے لیے کوئی دین مبغوض و ناپسندیدہ نہ تھا مگر اب آپ کا دین میرے لیے سب سے بڑھ کر محبوب بن گیا ہے۔

اللہ کی قسم! آپ کے شہر سے بڑھ کر میرے لیے اور کوئی شہر مبغوض و ناپسندیدہ نہ تھا مگر اب آپ کا شہر میرے لیے سب سے بڑھ کر محبوب ہوگیا ہے۔''

الغرض! یہ اور اس طرح کی دسیوں مثالیں ہیں کہ آپؐ کے شدید ترین مخالفین نے اپنے کئے اور اپنے کہے پر انتہائی ندامت کا اظہار کیا اور پھر اس کا ازالہ کرتے ہوئے آپ کے ساتھ الفت و محبت اور آپ کے دین کی اشاعت اور دفاع میں انتہا کردی۔

اس بات کا دوسرا پہلو

علماے اُمت انبیاء و رُسل کے وارث ہیں۔«العلماء ورثة الأنبياء»اور یہ وراثت روپے پیسے یا حکومت و فرماں روائی کی نہیں بلکہ علم یعنی علم شریعت کی وراثت ہے۔اس علم اور دعوت کی وراثت ہے جس کے انبیاے کرام مکلّف تھے یعنی ﴿أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ کی دعوت کہ ''ایک اللہ کی عبادت کرو اور ماسوا اللہ معبودوں کی عبادت سے بچو (اور دوسروں کو بچاؤ)''

سیدنا ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إن العلماء ورثة الانبياء، وإن الانبياء لم يورّثوا ديناراً ولا درهماً وإنما

ورّثوا العلم، فمن أخذه أخذ بحظ وافر» (سنن ابوداؤد:۳۶۸۲)
''علماء، انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور انبیا کسی درہم و دینار کے وارث نہیں بناتے، وہ تو بس علم کا وارث بناتے ہیں جس نے یہ علم حاصل کرلیا اس نے بھرپور حصہ پایا۔''
اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے :
«من بطأ به عمله ليس يسرح به نسبه» (رقم الحدیث:۲۶۹۹)
''جس کا علم اسے پیچھے رکھے اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔''

علماے حق کا بے مثل اعزاز

وراثت کے متعلق معلوم و معروف ہے کہ یہ ہمیشہ قرابت قریبہ ہی کے تحت ملتی ہے۔ انسان کا خواہ کوئی کتنا ہی عزیز اور محبوب ہو مگر ان میں رشتہ داری کا تعلق کا نہ ہو تو اس دوست کو وارث نہیں بنایا جاسکتا۔ چنانچہ علما کے لیے یہ عظیم ترین اعزاز ہے جو اُمت کے کسی اور طبقہ کے حصے میں نہیں آیا کہ انہیں انبیا کا وارث قرار دیا گیا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ ان کی قوم برادری کیا ہو، رنگ و روپ کیسا ہو، قد و قامت اور مال و منصب کیا ہو، نبی کا وارث محض اور محض وہی ہوگا جو صاحب علم ہوگا یعنی شریعت الٰہیہ کا عالم جو پیغمبرؑ نے پیش کی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے حین حیات اپنی قوم قبیلے کے ان اَفراد سے علی الاعلان لاتعلقی کا اظہار فرما دیا تھا جو ایمان و عمل صالح سے خالی تھے فرمایا:
«إنَّ آل أبی فلان ليسوا بأوليائي إنما ولي الله وصالح المؤمنين»
''آل ابی فلاں میرے کوئی ولی (وارث) نہیں ہیں۔ میرے ولی اور وارث تو اللہ عزوجل کے بعد صالح ایمان دار ہیں۔'' (صحیح بخاری:۵۹۹۰)

علماے حق کا فرض منصبی

اس لیے علماے اُمت اور طلبہٴ شریعت الٰہیہ کا فرض ہے کہ اپنی اس نسبت کی رعایت سے اپنا مقام و منصب ہمیشہ پیش نگاہ رکھیں۔ تقویٰ و اخلاص میں گہرائی پیدا کرنے میں محنت کریں اور اپنے تمام تر مشاغل میں سے علم قرآن و سنت کو اوّلین ترجیح دیں اور اس کی اشاعت میں کسی قسم کی کمزوری اور کسل مندی کو راہ نہ دیں اور اللہ کا شکر کرتے ہوئے اس دولت کو اپنے لیے وجہ افتخار جانیں اور عین ممکن ہے کہ علماے حق کو بھی اپنے مورثین کی سنت میں جہلا کی

طرف سے کچھ مشکلات کا سامنا کرنے پڑے وہ مشکلات اقتصادی، معاشی، سیاسی اور سماجی ہر طرح کی ہوسکتی ہیں۔ طعن وتشنیع اور سچے جھوٹے الزامات بھی ہوسکتے ہیں اور ممکنہ رکاوٹیں بھی۔ مگر یقین رکھنا چاہیے کہ جیسے اللہ عزوجل نے اپنے انبیا کو ﴿فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا﴾ "اللہ نے (جناب موسیٰ علیہ السلام کو) لوگوں کی کہی باتوں سے بری فرمایا۔" کا قرار دیا ہے تو عین اس طرح، ان وارثوں کے لیے بھی جلد یا بدیر یہ عہد وقرار ثابت ہوکر رہے گا۔ ان مشکلات اور رکاوٹوں کا اِزالہ ہوکر رہے گا اور جیسے اپنے پیارے موسیٰ کے لیے فرمایا ہے کہ ﴿وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾ "وہ اپنے اللہ کے ہاں بڑے ہی معزز تھے" تو اس طرح نبی کے وارث بھی بڑے معزز ومحترم ہیں بشرطیکہ اس اعزاز کی شرائط پر پورے اترتے ہوں۔

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (المنافقون:۸)

"اور عزت تو بس اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے اور اہل ایمان کے لیے ہے۔"

اور یہ عزت شہادتِ توحید ورسالت اور اعمال صالحہ کی عزت ہے اور ان کے بالمقابل اگر کوئی شرک وبدعت سے آلودہ ہو اور حکومت وفرماں روائی یا کچھ روپے پیسے کی گنتی میں بڑھا ہوا ہو تو یہ اللہ کے ہاں عز وشرف کا کوئی معیار نہیں ہے۔

﴿وَمَا اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰى، اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا...﴾

"تمہارے مال اور اولاد کوئی ایسی چیزیں نہیں ہیں کہ تمہیں ہمارے ہاں (مرتبوں سے) قریب کردیں، مگر جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔" (سبا:۳۷)

ائمہ ومحدثین میں ہمیں امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، یحییٰ بن معین، یحییٰ القطان رحمہم اللہ اور دیگر بے شمار بزرگ نظر آتے ہیں کہ ان حضرات نے فقر وفاقہ کو خاطر میں لائے بغیر علم دین حاصل کیا۔ اس کی حفاظت کی اور اس کی اشاعت میں کسی حاکم اور حکومت کے زیرِ احسان نہیں ہوئے تو اللہ عزوجل نے ان کو ایسی 'وجاہت' عنایت فرمائی ہے جو اَصحاب مال ومنال اور صاحبان تخت کو حاصل نہیں ہوئی۔ چنانچہ ان کا کلمہ بلند اور ان کا تذکرہ محفوظ ہے اور دوسرے دور کہیں تاریخ کی تہوں میں مدفون ہیں۔ اور کفر وکفار آج بھی ان بوریا نشینوں کے وارثوں سے لرزہ بر اَندام ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے اور انہیں مزید خدمت دین کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین